صدقۃ الفطر

ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

احکام و مسائل

~~آخری قسط~~

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لاتے تو اللہ کی طرف سے اسلامی نظام زندگی کی تدریجاً تکمیل عمل میں آئی چنانچہ تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے اور ماہ رمضان کے اختتام پر صدقہ فطر کے احکام سے آپ کو آگاہ کیا گیا جنہیں اس امید پر سپرد قرطاس کیا جا رہا ہے کہ ہمارے معزز قارئین ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کریں گے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی کو روا نہیں رکھیں گے۔

وباللہ التوفیق — الحماد

وجہ تسمیہ: فطر کے معنی روزہ کھولنا یا ترک کرنا ہے چونکہ یہ صدقہ رمضان المبارک کے روزے پورے کرنے کے بعد ادا کیا جاتا ہے۔ اس لیے صدقۃ الفطر کہلاتا ہے۔

شرعی حیثیت: صدقہ فطر فرض ہے۔ جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔ امام بخاری نے اس کے متعلق یوں عنوان قائم کیا ہے "باب فرض صدقۃ الفطر" یعنی صدقہ فطر کی فرضیت کا بیان۔

پھر اس کی فرضیت ثابت کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔

"فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر" (کتاب الزکاۃ باب فرض صدقۃ الفطر)

امام مسلم نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوۃ الفطر من رمضان علی کل نفس من المسلمین۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الفطر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہر فرد پر صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کی فرضیت کی تصریح فرمائی ہے نیز اسے وہ زکوۃ الفطر سے تعبیر کرنے میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

بعض فقہاء کی رائے کے مطابق اس کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے مندرجہ ذیل حدیث دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

أمرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر قبل ان تنزل الزکوۃ فلما نزلت الزکوۃ لم یامرنا لم ینھنا ونحن نفعلہ" (نسائی کتاب الزکوۃ باب فرض صدقۃ الفطر قبل نزول الزکوۃ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکوۃ اموال کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا جب زکوۃ کے احکام نازل ہوئے تو آپ نے اس کے متعلق (دوبارہ) کوئی حکم نہ دیا اور نہ ہی اس کی ادائیگی سے منع فرمایا اور ہم اسے ادا کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کے دو جواب دیئے ہیں پہلا یہ کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ (فتح الباری ص ۳۶۸ ج ۳)

یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ مذکورہ روایت میں کوئی راوی مجہول نہیں ہے کیوں کہ اس روایت کے دو طریق ہیں۔

(الف) حکم بن عتیبہ عن القاسم عن عمرو بن شرجیل عن قیس بن سعد (نسائی حوالہ مذکور)

(ب) سلمہ بن کھیل عن القاسم عن ابی عمار الصمدانی عن قیس بن سعد (ابن خزیمہ ص ۸۱ جلد ۴)

یہ دونوں سندیں صحیح ہیں اور ان کے راوی بھی ثقہ ہیں البتہ پہلی سند میں عمرو بن شرجیل نامی ایک راوی ہے جس کی ابن حبان کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے توثیق نہیں کی

حافظ ابن حجرؒ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جب صدقہ فطر پہلے فرض قرار دے دیا گیا تھا تو زکوۃ اموال کے نزول کے ساتھ اس کی فرضیت منسوخ نہیں ہوگی کیوں کہ ایک فرض کا نازل ہونا دوسرے فرض کے ساقط ہونے کو ملتزم نہیں جب کہ دونوں

کی حیثیت بھی الگ الگ ہے صدقہ فطر نفوس سے متعلق ہے جب کہ زکوۃ اموال سے تعلق رکھتی ہے۔ (فتح الباری ص ۳۶۸، ج ۳)

یہ جواب عقل ونقل کے عین مطابق ہے چنانچہ امام نسائی اور محدث ابن خزیمہ نے بالترتیب اس حدیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے۔

- باب فرض صدقۃ الفطر قبل نزول الزکوۃ
- باب ذکر الدلیل علی ان الامر بصدقۃ الفطر قبل فرض زکوۃ الاموال۔

وضاحت: علامہ ابن حزم نے امام مالک کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی صدقۃ الفطر کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں (محلی ابن حزم ص ۱۱۸ ج ۶)

حالانکہ امام مالک اسے ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" تجب زکوۃ الفطر علی اہل البادیۃ کما تجب علی اھل القری (موطا امام مالک مع تنویر الحوالک ص ۲۰۹، ج ۱) یعنی زکوۃ فطر اہلِ دیہات پر بھی فرض ہے جیسا کہ شہر کے رہنے والوں کے لیے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نزول زکوۃ کے بعد بھی صدقۃ الفطر کی فرضیت برقرار ہے۔

صدقہ فطر کا مقصد: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کے دو مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

- دورانِ رمضان روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے پر ہی پابندی نہیں ہوتی بلکہ ہر عضو بالخصوص زبان پر کنٹرول کرنا بھی ضروری ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جو روزے دار اپنی زبان سے جھوٹ اور فحش گوئی ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے روزے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تاہم شرعی تقاضے کے مطابق احتیاط کے باوجود روزے دار سے کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں یعنی بعض اوقات اس کے منہ سے کوئی بے ہودہ بات نکل جاتی ہے یا کسی کی غیبت کر بیٹھتا ہے اس قسم کی غلطیوں کی تلافی کے لیے صدقہ فطر کو کفارہ کی حیثیت دی گئی ہے۔
- دوسرا مقصد یہ کہ مسلم معاشرہ میں سب لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ قسام ازلی

کی تقسیم سے بعض لوگ صاحبِ حیثیت ہوتے ہیں جبکہ کچھ مفلس اور نادار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت کے مال میں غرباء و مساکین کا بھی حق رکھا ہے صدقہ فطر اس حق کی ایک عملی شکل ہے ۔ نبی اکرمؐ نے ان مقاصد کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی ہے ۔

زکوۃ الفطر طہرۃ للصیام من الرفث واللغو وطعمۃ للمساکین (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الفطر)

صدقہ فطر روزہ داروں کے لیے فحش گوئی اور لغویات سے پاکیزگی کا باعث ہے اور غرباء اور مساکین کے لیے خوراک کا ایک ذریعہ ہے

کس پر فرض ہے

صدقۃ الفطر ادا کرنے میں صاحب نصاب ہونا شرط نہیں ہے بلکہ ہر شخص پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے جس کے پاس عید کے دن اپنے اہل و عیال کی خوراک سے اتنا غلہ زائد موجود ہو کہ وہ گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کر سکے ۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں ۔

ولا یعتبر فی زکوۃ الفطر ملک نصاب بل تجب علی کل من ملک صاعًا فاضلاً عن قوتہ یوم العید ولیلتہ وھو قول الجمہور" (اختیارات ص ۱۰۲)

زکوۃ فطر میں نصاب کی ملکیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ ہر انسان پر واجب ہے جو عید کی رات اور دن اپنی خوراک ایک صاع زائد رکھتا ہو یہی جمہور علماء کا قول ہے ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۔

" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوۃ الفطر صاعًا من تمر او صاعًا من شعیر علی حر او عبد او ذکر او انثی من المسلمین " (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب صدقہ الفطر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ اسلام کے تمام افراد پر خواہ مرد ہو یا عورت آزاد یا غلام ایک صاع کھجور یا جو بطور فطرانہ فرض قرار دیا ہے ۔

نیز ان تمام افراد کا صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے اس میں تمام بیوی بچے وغیرہ آ جاتے ہیں ۔ حافظ ابن القیم لکھتے ہیں ۔

" فرضہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلم وعلی من یمونہ " (زاد المعاد ص ۳۱۳ ج ۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر مسلمان اور جس کی وہ کفالت کرتا ہے ان سب

پر فرض قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے۔

"أمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر عن الصغیر والکبیر والحرّ والعبد ممن تمونون"

(دار قطنی ۱۴۰ ج ۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جس کی تم کفالت کرتے ہو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، آزاد ہو یا غلام اسکی سند حسن ہے۔

(ارواء الغلیل ص ۳۲۰ ج ۳)

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق حدیث میں ہے۔

ان کان یعطی صدقۃ الفطر عن جمیع اھلہ صغیرھم وکبیرھم عمن یعول" (مصنف ابن ابی شیبہ)

نبیؐ اپنے تمام اہل وعیال کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے جن کی وہ کفالت کرتے تھے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں۔

"حتی ان کان یعطی عن بنیّ" (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب صدقۃ الفطر علی الحرّ والعبد)

ابن عمر رضی اللہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

امام احمد جنین (وہ بچہ جو شکم مادر میں ہو) کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۵۱ ج ۴)

ابن قدامہ نے حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جنین کی طرف سے فطرانہ ادا کرتے تھے (مغنی ص ۸۰ ج ۳)

اس اثر کی سند ضعیف ہے (ارواء الغلیل ص ۳۲۱ ج ۳)

واضح رہے کہ صدقۃ الفطر صرف روزہ داروں پر ہی فرض نہیں ہے بلکہ بچے، بوڑھے اور بیمار وغیرہ جو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے وہ بھی فطرانہ ادا کریں۔ بچوں کے لیے اگرچہ طھرۃ للصیام، نہیں ہے تاہم طعمۃ للمساکین" کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی طرف سے بھی فطرانہ ادا کیا جائے۔ البتہ کھیتی باڑی دکانداری یا گھر کے کام کاج کے لیے رکھے ہوئے نوکر اپنا فطرانہ خود ادا کریں گے۔ ان کی ادائیگی مالک کے ذمہ نہیں ہے۔

فطرانہ کس چیز سے ادا کیا جائے

حضرت ابن حزم کا موقف ہے کہ فطرانہ بس صرف کھجور یا جو دیے جا سکتے ہیں ان کے علاوہ دوسری اشیاء سے صدقہ فطر جائز نہیں۔ (محلی ابن حزم ص۱۸۸ ج ۶)

علامہ موصوف کا یہ موقف احادیث کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں ہے: "فكان ابن عمر رضی الله عنهما يعطي التمر فاعوز اهل المدينة من التمر فاعطى شعيرا" (صحیح بخاری ۔ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر علی الحر ......)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فطرانہ میں کھجوریں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اہل مدینہ کھجوریں حاصل نہ کر سکے تو آپ نے جو بطور فطرانہ ادا کیا۔ ایک روایت میں ہے۔ "كان ابن عمر رضی الله عنهما لا يخرج الا التمر فی زكوة الفطر (موطا امام مالک ص ۲۱۰ ج ا مع تنویر الحوالک)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوروں کے علاوہ اور کوئی چیز صدقہ میں نہیں دیتے تھے۔

ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابن عمرؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب فراخی کر دی ہے اور گندم کھجور سے بڑھ کر ہے اس لیے آپ کو چاہیے کہ کھجور کے بجائے گندم سے صدقہ فطر ادا کریں تو آپ نے جواب دیا۔

"ان اصحابی سلکوا طریقا فانا احب ان اسلکه" (ابن حزم ص۱۲۷ ج ۶)

صدقہ فطر کی ادائیگی میں جو رستہ میرے ساتھیوں نے اختیار کیا تھا (یعنی کھجور) اسی پر چلنا پسند کرتا ہوں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اجناس کو انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے ان سے صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لوگ عموماً جو، کھجور، منقہ اور پنیر وغیرہ بطور خوراک استعمال کرتے تھے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو انہی اجناس سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام وكان طعامنا الشعير والزبيب والاقط والتمر (بخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں ہم اپنی خوراک سے ایک صاع بطور فطرانہ ادا کرتے تھے اور ہماری خوراک جو منقی، پنیر اور کھجور ہوا کرتی تھی۔ اس لیے فطرانہ ہر اس

جنس سے ادا کیا جا سکتا ہے جو سال کے بیشتر حصے میں بطور غذا استعمال ہوتی ہے۔

قیمت ادا کرنا

ہمارے ہاں عام طور پر غرباء کی "ضرورت" کے پیش نظر فطرانہ کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے قیمت ادا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ میں فطرانہ میں جنس ہی ادا کی جاتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ کا جو مقصد "طعمۃ للمساکین" (مساکین کی خوراک) کا تقاضا یہی ہے کہ اشیاء خوردنی ہی فطرانہ میں دی جائیں۔ امام مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل صرف جنس ہی ادا کرنے کے قائل ہیں۔ محدثین کرام میں سے کسی نے بھی اس بات کی صراحت نہیں کی جس سے پتہ چلتا ہو کہ فطرانہ میں قیمت بھی دی جا سکتی ہے بلکہ محدث ابن خزیمہ نے ایک عنوان یوں قائم کیا ہے: "باب اخراج جمیع الاطعمۃ فی صدقۃ الفطر والدلیل علی ضد قول من زعم ان الھلیلج والسدوس جائز اخراجھا فی صدقۃ الفطر"

(صحیح ابن خزیمہ ص ۸۹ ج ۴)

اس باب میں صدقہ فطر کے طور پر ہر قسم کی اشیاء خوردنی ادا کرنے کا بیان ہے نیز اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو صدقہ فطر پیسے اور نقدی ادا کرنے کو جائز خیال کرتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے ابن عباس کا ایک قول نقل کیا ہے کہ رمضان کا فطرانہ ایک صاع طعام سے ادا کیا جائے جو گندم لے کر آئے گا، قبول کی جائے گی۔ نیز جو کھجور منقہ وغیرہ کو بھی قبول کیا جائے گا حتیٰ کہ ستو اور آٹے کا ذکر بھی فرمایا ہے لیکن اس میں قیمت کا کوئی ذکر نہیں کیا جا سکا جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ فطرانہ میں قیمت ادا کرنے سے نا آشنا تھے۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں: "ولا تجزئ قیمۃ اصلا لان کل ذلک غیر ما فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیمۃ فی حقوق الناس لا یجوز الا بتراض منھما ولیس للزکوۃ مالک بعینہ (محلی ابن حزم ص ۱۳۷، ج ۶)

فطرانہ میں قیمت ادا کرنا بالکل ناجائز ہے کیونکہ قیمت کا ادا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ نیز حقوق العباد میں فریقین کی رضامندی سے قیمت ادا کی

جا سکتی ہے جب ... کی ادائیگی کے وقت کوئی مالک نہیں ہوتا جس کی اجازت کا اعتبار کیا جائے

محدث العصر علامہ عبید اللہ رحمانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں۔

صدقہ الفطر میں قیمت نہ دی جائے بلکہ جنس ادا کی جائے البتہ کسی عذر کے پیش نظر قیمت ادا کی جاسکتی ہے (مرعاۃ ص ۱۰۰ ج ۴)

عذر کی صورت یوں ہوسکتی ہے کہ ایک شخص روزانہ بازار سے آٹا خرید کر استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بازار سے غلہ خرید کر صدقہ فطر ادا کرے بلکہ بازار کے نرخ کے مطابق اس کی قیمت ادا کردے

فطرانہ کی مقدار

ہر فرد کی طرف سے ایک صاع ادا کیا جائے۔ البتہ گندم سے نصف صاع ادا کرنے کی روایات بھی منقول ہیں

حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں "کنا نؤدی زکوۃ الفطر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدین من قمح (مسند امام احمد ص ۳۵۵ ج ۶)

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گندم سے دو مدین نصف صاع بطور فطرانہ ادا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ وقدر الفطر صاع من التمر والشعیر واما من البر فنصف صاع (اختیارات ص ۱۰۲)

فطرانہ کی مقدار کھجور اور جو سے ایک صاع ہے اور گندم سے نصف صاع ادا کیا جاسکتا ہے۔

ابن القیم نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے اور چند احادیث کے حوالے سے اسے مضبوط کیا ہے خوف طوالت کے پیش نظر ہم ان احادیث کا ذکر نہیں کر رہے۔ (ملاحظہ ہو زاد المعاد حصہ ... فی صدقۃ الفطر)

علامہ البانی لکھتے ہیں: ان الواجب فی صدقۃ الفطر من القمح نصف صاع (اتمام المنۃ ص ۳۸۷) گندم سے نصف صاع فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کی احادیث اور آثار کے لیے محلی ابن حزم ص ۱۲۹ ج ۶) کا مطالعہ بھی

مفید رہے گا۔

عرب میں دوسری اشیاء خوردنی کے مقابلہ میں گندم قیمتی ہوتی تھی اس لیے صاع کا اعتبار کیا گیا ہے ہمارے ہاں چونکہ عام دستیاب ہے اس لیے صاع ہی ادا کرنا چاہیے البتہ غریب اور نادار کے لیے نصف صاع کی گنجائش ضرور ہے۔

صاع کا وزن

مد اور صاع وزن کے پیمانے نہیں ہیں بلکہ ماپ کے پیمانے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وزن کے پیمانے بھی موجود تھے لیکن آپ نے وزن کے بجائے ماپ کو منتخب فرمایا ہے اس لیے بہتر ہے کہ اس سنت کا احیاء کیا جائے ویسے اس کا وزن اجناس کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

عام طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مد کی مقدار $1\frac{1}{3}$ رطل تھی (فتح الباری ص ۴۴ ج ۱) اسی طرح صاع نبوی کی مقدار $5\frac{1}{3}$ رطل تھی۔ (فتح الباری ص ۴۳، ج ۱)

بنو امیہ کے دور میں حضرت ہشام نے ایک دوسرا مد رائج کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے دو تہائی بڑا تھا لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے فطرانہ ادا کرتے تھے حدیث میں ہے:

کان ابن عمر یعطی زکوٰۃ رمضان بمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المد الاول (بخاری کتاب کفارات الایمان باب صاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے فطرانہ ادا کرتے تھے جو پہلا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام کے مد کو درخور اعتناء نہ سمجھا بلکہ پہلے مد کو استعمال کرتے تھے ہشام کا رائج کردہ مد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے دو تہائی بڑا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

ھو اکبر من مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بثلثی رطل .... فان المد الشامی رطلان" (فتح الباری ص ۵۹۸ ج ۱۱)

ہشام کا رائج کردہ مد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے $\frac{2}{3}$ زیادہ تھا اور اس کی مقدار دو رطل تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کی مقدار $1\frac{1}{3}$ رطل تھی۔

اس کے بعد اس میں مزید اضافہ کردیا گیا چنانچہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں۔

کان الصاع علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدا و ثلثا بمدکم الیوم

(بخاری کتاب کفارات الایمان)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صاع موجودہ رائج الوقت ۱⅓ مد کے برابر تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سائب کے حدیث بیان کرتے وقت مد میں بہت اضافہ کر دیا گیا تھا یعنی اس وقت مد کی مقدار چار رطل تھی جس میں بقول حضرت سائب ایک تہائی بڑھانے سے ۵⅓ بن جاتا ہے جو صاع نبوی کی مقدار کے برابر ہے یعنی اس میں تین گنا اضافہ کر دیا گیا۔ (فتح الباری ۵۹۸ ج ۱۱)

احناف نے بنو امیہ کے ایجاد کردہ مد اور صاع کو معیاری قرار دیا ہے جبکہ محدثین نے صاع حجازی کا اعتبار کیا چنانچہ ابو قتیبہ مسلم بن قتیبہ بیان کرتے ہیں۔

قال لنا مالک مدنا اعظم من مدکم ولا نری الفضل الا فی مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال لی مالک لو جاءکم امیر فضرب مدا اصغر من مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بای شئی کنتم تعطون قلت کنا نعطی بمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افلا تری ان الامر انما یعود الی مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری کتاب کفارات الایمان)

امام مالکؒ نے ہم سے کہا کہ ہمارا اہل مدینہ کا مد تمہارے مد سے زیادہ باعظمت ہے اور ہم تو اس مد کو افضل جانتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مد تھا۔ امام مالکؒ نے مجھ سے دوبارہ کہا کہ فرض کرو ایک اور حاکم آجائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے چھوٹا مد رائج کر دے تو تم فطرانہ وغیرہ کس سے ادا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ایسے حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے ادا کریں گے تو انھوں نے فرمایا کہ آخر کار تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کا اعتبار کیا جائے۔ (تو اب بھی اسی مد کا حساب رکھو۔ بنی امیہ کے مد سے تمہیں کیا غرض ہے؟)

اس وضاحت کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عنوان پر نظر ڈالیے جو انھوں نے اس سلسلہ میں اپنی صحیح میں قائم کیا ہے۔ فرماتے ہیں

باب صاع المدینۃ و مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، و برکتہ ما توارث اھل المدینۃ من ذلک قرنا بعد قرن (کتاب کفارات ایمان)

اس باب میں اہل مدینہ کے صاع اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد اور اس کی برکت کا بیان ہے۔ نیز اس صاع کا تذکرہ ہے جو اہل مدینہ میں نسل در نسل چلا آ رہا ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ دیا ہے کہ شرعی واجبات کی ادائیگی میں اہل مدینہ کا صاع ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے کیونکہ ابتداءً قانون سازی میں اس صاع کا اعتبار کیا گیا ہے" (فتح الباری ص ۵۹۷ ج ۱۱)

اب مد اور صاع کے ارتقائی مراحل پر نظر ڈالنے سے مندرجہ نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مد کی مقدار: $1\frac{1}{3}$ رطل اور صاع کی مقدار $5\frac{1}{3}$ رطل۔

(ب) بنو امیہ کے دور میں مد کی مقدار: ۲ رطل اور صاع کی مقدار: ۸ رطل

(ج) عمر بن عبدالعزیز کے دور میں مد کی مقدار ۴ رطل اور صاع کی مقدار ۱۶ رطل

عام طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کو صاع حجازی اور بنو امیہ کے صاع کو صاع بغدادی یا عراقی کہتے ہیں اور صاع عراقی صاع حجازی سے ایک تہائی بڑا ہے

صاع حجازی کا وزن

ہمارے صاع حجازی کے وزن کے متعلق کچھ اختلاف ہے عام طور پر ہمارے سامنے دو موقف ہیں۔ ا۔ ۲ سیر ۱ چھٹانک ۳ تولہ ۴ ماشہ تقریباً پونے تین سیر رائج الوقت تقریباً $2\frac{1}{2}$ کیلو ہے ب۔ ۲ سیر ۴ چھٹانک رائج الوقت تقریباً ۲ کلو سو گرام

مختلف فقہاء کی تصریح کے مطابق ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے اس حساب سے $5\frac{1}{3}$ رطل (صاع حجازی) کے ۴۸۰ مثقال بنتے ہیں۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب کے مطابق ۴۸۰ مثقال کے دو ہزار ایک سو ساٹھ ماشے ہوئے۔ چونکہ ایک تولہ میں بارہ ماشے ہوتے ہیں لہذا بارہ پر تقسیم کرنے سے ایک سو اسی تولہ وزن بنتا ہے۔ جدید اعشاری نظام کے مطابق تین تولہ کے پینتیس گرام ہوتے ہیں

اس حساب سے ایک سو اسی تولہ وزن کے دو ہزار ایک سو گرام بنتے ہیں یعنی صاع حجازی کا وزن دو کلو سو گرام ہے۔ پرانے وزن کے مطابق دو سیر چار چھٹانک ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے بصورت دیگر اور بھی قرائن و دلائل ایسے ہیں جن کے پیش نظر صاع حجازی کا وزن دو کیلو سو گرام بنتا ہے۔

ہمارے اس توقت کی تائید اس پیمانہ صاع سے ہوتی ہے جو مولانا احمد اللہ صاحب دہلوی مرحوم مدینہ منورہ سے لائے تھے جس کی مقدار تھی دو سیر چار چھٹانک تھی نیز وہ مدینہ سے ایک مد بھی لائے تھے جس کی باقاعدہ سند تھی۔ اس کی مقدار بھی نو چھٹانک تھی۔ واضح رہے کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ نیز مولانا عبدالجبار مرحوم کے پاس بھی ایک صاحب مد لائے تھے اس کی مقدار بھی اتنی ہی تھی (یہ معلومات فتاوی علمائے حدیث سے ماخوذ ہیں)

فطرانہ کا وقت

فطرانہ نماز عید پڑھنے سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز کے بعد ادا کیا ہوا فطرانہ عام صدقہ شمار ہوگا حدیث میں ہے۔ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزکوۃ الفطر قبل خروج الناس إلی المصلی" (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ قبل العید)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ جانے سے پہلے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنا فطرانہ عید سے دو تین پہلے تحصیلدار کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے۔

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ یبعث زکاۃ الفطر إلی الذی یجمع عندہ قبل الفطر بیومین او ثلاثۃ (موطا امام مالک مع تنویر ص ۲۱۰ ج ۱)

فطرانہ کا مصرف

اس کے حقدار صرف وہ فقراء و مساکین ہیں جو مسلمان ہوں۔ اگر ان سے بچ رہے تو زکوۃ کے دوسرے مصارف پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فطرانہ صرف مساکین پر تقسیم کرتے تھے۔ زکوۃ کے جو آٹھ مصارف ہیں ان پر تھوڑا تھوڑا تقسیم نہ کرتے تھے۔ اس بات کا آپ نے کوئی حکم نہیں دیا اور نہ ہی آپ